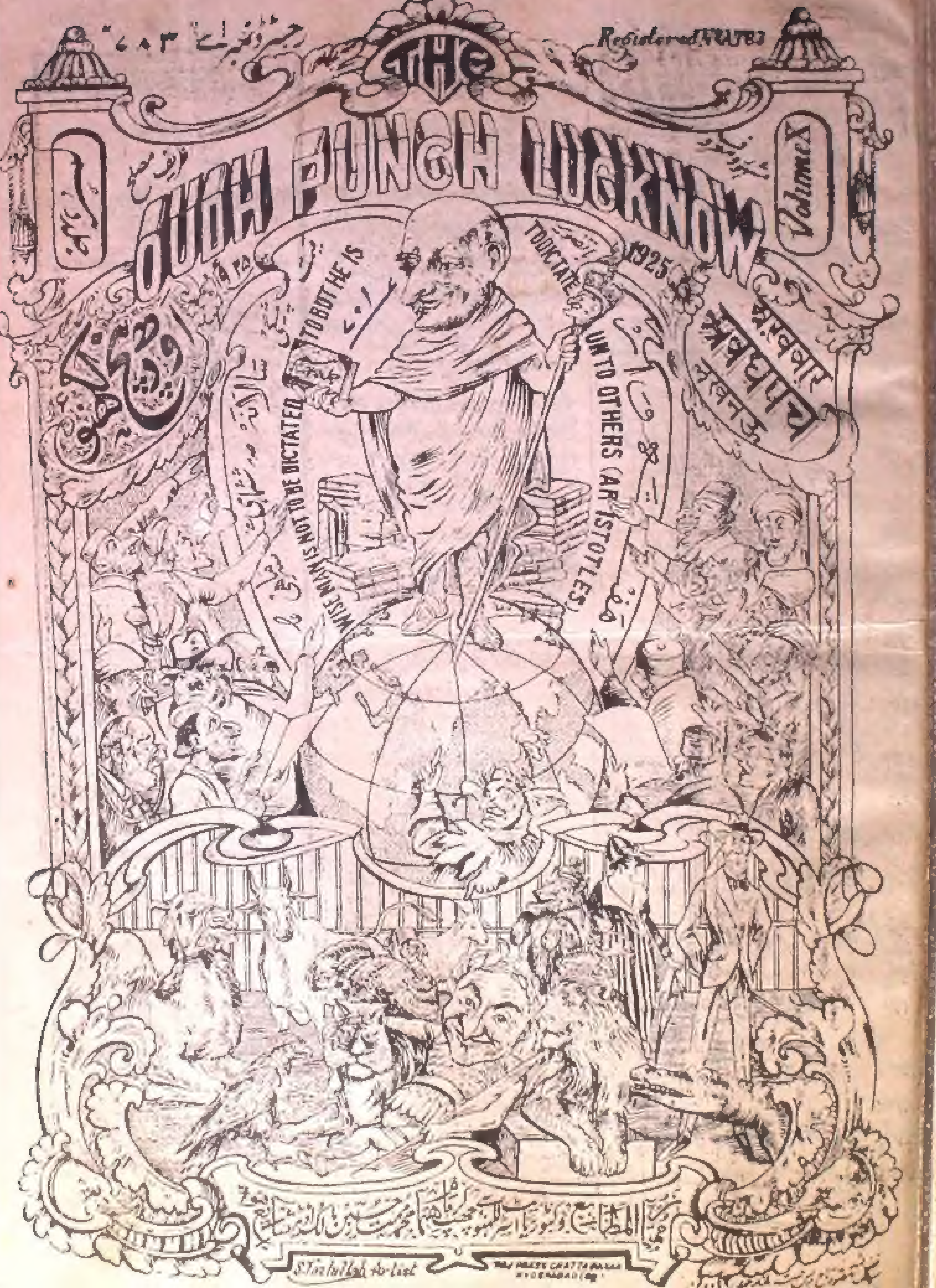

THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume X
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)

ایک جدید آئینہ

تصویر [illegible]

جلد ۱۰ نمبر ۱۹

مضامین غیر

مورخہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۵ء

ہندی شاعری نمبر ۲

(پنڈت)

حال کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی کا پہلا کوئی (کب یا شاعر) جسکا تخلص "چند" تھا سمت بکرمی میں گذرا۔ پہلے ہندی شاعری کی پیدائش ابھی تک سمت سات سو میں جہور نے مانی ہے۔

سمت ۹۰۰ میں بھی ایک شاعر کا کلام ملا ہے مگر ابھی تک شاعر کا صحیح نام معلوم نہیں ہوا۔ سمت اگیارہ سے باترتیب حالات ملنے لگے۔ اس سمت میں ایک مشہور شاعر "پھوآل" کے نام سے گذرا ہے اور سمت ۱۱۰۰ کے لگ بھگ دو مسلمان شاعر بھی گذرے ہیں۔

ہمارے شہر کے مشہور وکیل پنڈت شیو بہاری لال صاحب مرحوم کے تین بھائیوں نے جو "مشر بندھو" یعنی مشر برادران کے لقب سے شہرت رکھتے ہیں بڑی کوشش اور جانفشانی سے ایک تذکرۃ الشعرا جسکا نام "مشر بندھو بنود" ہے طبع کرایا ہے اور سالہا سال کی لگاتار کوشش سے ۳۸۰۰ شعراء ہند کا حال اور انکی طبع آزمائی کے .... نمونے دکھا کر کتاب مرتب کی ہے۔ مسلمان ہندی شاعروں کا حال بھی جہانتک دستیاب ہوا ہے درج کیا ہے سلسلہ تلاش ابتک جاری ہے ایک سہ ماہی رسالہ بھی "سمالوچک" (نقاد) کے نام سے جاری کیا ہے ہندی شاعری پر ان اصحاب کا بھاری احسان ہے اس طرح ہندو مسلمان دونوں اس بارگراں سے نہیں بچے۔

سمت ۱۲۵۰ میں ایک مسلم شاعر اور گذرا جس کا نام نامی اکرم فیض تھا۔ یہ ریاست جے پور سے تعلق رکھتے تھے۔ "چند برادائی" ایک بڑا زبردست شاعر مہاراج پرتھی راج کے دربار میں تھا اور اسکا زمانہ سمت ۱۲۲۵ سے سمت ۱۲۴۹ تک مانا گیا ہے یعنی اکرم فیض چند بردائی کے بعد ہی گذرا۔

چند کے زمانہ سے پہلے صرف آٹھ ہندی شعرا کا وجود اسوقت تک دریافت ہوا ہے۔ ان آٹھ میں پانچ ہندو اور تین مسلمان ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ پہلے زمانہ میں اہل اسلام ہندی کی جانب بہت متوجہ تھے اور کسی قسم کا تعصب ہندی زبان سے نہ تھا۔ وہی زمانہ پھر آرہا ہے اہل اسلام کی توجہ اس طرف آہستہ آہستہ قدم زن ہے اور امید قوی ہے کہ آیندہ بہت جلد یہ حضرات پھر ہندی شاعری میں وہی شہرت حاصل کریں گے جو زمانہ قدیم میں تھی اور اسی دلچسپی سے اسپر توجہ کی نظر ڈالینگے۔

جب میں یہ مضمون تیار کر رہا تھا مجھے معلوم ہوا کہ بہار میں ایک مسلمان اہل قلم ہندی شاعری کی جانب متوجہ ہوئے ہیں۔ ابھی تک میرے پاس ہندی شاعری کا کافی مسالا نہیں ہے نہ کافی لیاقت ہی ہے مگر میں کوشش کرتا ہوں جو کچھ موجود ہے اسی کے انتخاب سے ناظرین دل بہلائیں۔

نواب عبدالرحیم خانخاناں کی پیدائش سمت ۱۶۱۰ بکرمی کی ہے یہ ہندی شعرا کی بڑی قدر کرتے تھے۔ انکے وقت میں ایک مشہور کوی "گنگ" گذرا ہے اپنے وقت کا باکمال شاعر تھا حضرت خانخاناں اس شاعر کی ایک نظم سے اسقدر خوش ہوے کہ اسکے صلے میں انھوں نے ۳۶ لاکھ روپیہ انعام دے ڈالا واہ واہ کیسے کیسے قدردان لوگ گذرے ہیں۔

اخیر زمانہ ان کا دولت و حشمت کے لحاظ سے بگڑ گیا۔ بادشاہ جہانگیر ان سے کسی معاملہ پر ناراض ہو گئے اور انھیں سزا قید دیدی۔ قید سے چھوٹے تو پورے آزاد ہو گئے دنیا چھوڑ کے ایک گوشے میں بیٹھ کے یاد الٰہی کے مزے لوٹنے لگے۔

آپ جانتے ہیں کہ کریم النفس کا افلاس سخت ہوتا ہے جود و عطا کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا اور ہاتھ تنگ تھا امیدواروں سے جان بچانے کا یہی طریقہ اچھا تھا چنانچہ انھوں نے خود ہی اسکا اظہار ایک دوہے میں کیا ہے

تب ہی لوں جیبو بھلو دیبو ہوے نہ دہیم
جگ میں رہبو کو جیت گتی اوجیت نہ ہوئے جیم

اسیوقت تک زندہ رہنا بہتر ہے جب تک داد و دہش جاری رہے دینا ہو۔ اے رحیم دنیا میں شکستہ دلی کے ساتھ رہنا اچھا نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ چترکوٹ میں جو الہ آباد کے قریب ہے اور جہاں فقرا کی ایک بستی ہے مقیم ہو گئے تھے۔ اور بقیہ زندگی ہندو فقرا ہی میں گذاردی ایک دوہے میں اسکا اظہار بھی پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔

چترکوٹ میں رم رہے رحمن اودھ نریس
جا پہ بپدا پرت ہے سو آوت یہ دیس

اودھ نریس (یعنی راجہ رام چندر) والدسے بن باس پاکر یہاں آئے اور ٹھہرے تھے جس پر مصیبت پڑتی ہے وہی یہاں آتا ہے۔"

یہ دوہا صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ خانخاناں جب دنیا کی بیوفائی سے بیزار ہوے تو انھوں نے

چترکوٹ ہی اپنے رہنے کے لیے منتخب کیا۔

یہ عربی فارسی کے ساتھ ساتھ سنسکرت بھی اچھی جانتے تھے اور ہندی شاعری پر کمال رکھتے ہی تھے یہ اودے پور کے مہارانا پرتاب کے بڑے خیرطلب تھے عجب نہیں کہ یہی انکی خرابی کا باعث ہو

انکی دلچسپی ہندو دھرم کی جانب بہت تھی انکے ہندی کلام کی شیرینی ایک زمانہ حال کے ہندو شاعر کو بہت پسند آئی وہ اسکا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"اس مسلمان ہری جن (بھگوان بھگت) پر کروڑ ہندو قربان"

ان کے بابت میں نے ایک روایت اپنے دادا صاحب کی زبانی سنی تھی جسکو قلمبند کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک روز یہ (خانخاناں) دریائے گنگا کے کنارے بیٹھے تھے۔ ان کے تماشا اور فقیروں کا مجمع بھی تھا ایک فقیر نے آکر ایک گٹکا ان کی نذر کیا یعنی ایک گولی جس کی یہ صفت تھی کہ جو اسکو منھ میں رکھ لے ہوا پر اڑ سکتا ہے کسی زمانہ میں یہ گٹکا فقرا کے پاس اکثر پایا جاتا تھا۔ خانخاناں نے اُس کو گنگا جی کے نذر کردیا۔ فقیر کو سخت مایوسی ہوئی اور کہنے لگا کہ میں تو یہ تحفہ ان کے واسطے لایا تھا اور انھوں نے وہی مثل کی کہ تو کو نہ ہوئے بھاڑ میں جھونکو۔ ابھی قدر کی فقیر کو رنجیدہ دیکھ کے خانخاناں گنگا مائی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا گنگا مائی وہ گٹکا واپس کردو جس کا ہے اسے دیا جائے۔ اسی وقت وہ گٹکا پانی کے اوپر آگیا اور واپس کردیا گیا۔ انکے دوہے ہندی ساہتیہ سمیلن (ہندی علم ادب کی جماعت) نے کتاب کی صورت میں طبع کرائے ہیں۔ اسی سے انکے حالات لیے گئے ہیں۔

انکے دوہے سررشتہ تعلیم نے پسند فرماکر ہندی ریڈروں میں بھی داخل کیے ہیں۔

ان کی تصنیفات کی موٹی موٹی کتابیں ہیں اور طبع بھی ہوچکی ہیں۔

کچھ دوہے اور ملاحظہ ہوں۔

کملا تھر نہ رحیم کہے یہ جانت سب کوئے
پُرش پُراتن کی بدھو کیوں نہ چنچلا ہوئے

کملا یعنی لکشمی (دولت) کو قرار نہیں یعنی قیام نہیں رحیم کہتا ہے کہ یہ سب جانتے ہیں۔

پُرش یعنی شخص پُراتن یعنی پرانا ضعیف مطلب یہ ہوا کہ وشنو بھگوان پرشٹ آدمی ہیں (قدیم ہونے کے سبب سے) لکشمی جوان ہے اور اسے ایک جگہ قرار نہیں۔ ہاں کیوں نہ ہو ایسے بڈھے کی بہو (بیوی) کو ضرور چنچل اور شوخ ہونا چاہیئے۔

شوخی طبع تو دیکھیے اس دوہے میں حضرت رحیم نے کس خوبی سے دنیا کی بے ثباتی کا اظہار مذاقیہ لہجہ میں کیا ہے اور وشنو بھگوان سے بھی چہل کی ہے۔ جس طرح بڈھے کی نئی نویلی دلہن شوخ طبع اور چنچل ہوتی ہے وہی حالت لکشمی یعنی دولت کی ہے۔ اس دوہے میں بھی دنیا کی حالت کا اظہار کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ یہ دولت اگر میرے پاس سے چلی گئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں اسکی خاصیت ہی یہی ہے۔ بدصحبت کے اثر کو کس خوبی سے ایک دوہے میں دکھلایا ہے۔

رحمن نیچ پرسنگ تے بنت پرتی لاپر بکار
نیر چراوت سمپوٹ مار سہت گھریار

کہتے ہیں کہ اتنے رحمن نیچ یعنی کمینہ کے پرسنگ (صحبت) تے ہمیشہ برنتیجہ ہے پانی تو پورا ا سے کٹورا اور مار کھاتا ہے گھڑیال۔

صحیح لفظ گھڑیال ہے مگر شاعر نے گھریار ضرورت قافیہ سے باندھا ہے ہندی شعرا کو پورا اختیار دیا گیا ہے کہ جس لفظ کو چاہیں صورت بدل کر لکھیں مگر یہ اختیار صرف اس ہندی میں ہے

(باقی آئندہ)

"ہندی مدیم"

ذات وذاتیات

اے حضرت، حافظ بات میں آپ سے بہت ناراض ہوں کیا کہوں اس دنیا کے علاوہ کسی دوسری دُنیا کا حال معلوم نہیں اور معلوم بھی ہے تو وہاں تک رسائی نہیں ورنہ پاتوں ہی چھوڑ بچے ال تال سمیٹ سات اُدھر کی راہ لیتا یا آپ ہی کو یہاں سے بیڈ پارسل کردیتا جس کیلئے نہیں بندہ اپنا مطلب خود ہی ظاہر کرتا ہے ذرا دم لیجیے۔

آپ جانتے ہیں کہ بندہ ذات وذاتیات کی بحث بالکل پسند نہیں کرتا۔ کچھ آج سے نہیں بلکہ اُس وقت سے مزاج کا یہی حال ہے جب سے ہمالیے پر لیٹا ہوا چُسنی جھنجنے کے ساتھ جی بہلایا کرتا تھا۔ بدقسمتی کا رونا کس کے آگے روؤں نہ ہندوستان میں پیدا ہوتا نہ یہ خلاف تہذیب امور پیش آتے ہائے مجبوری ولے ناچاری والدہ مرحومہ اور والد مرحوم کا یہ گناہ ہرگز قابل درگزر نہیں کہ انھوں نے خاک پاک ہندوستان کو لندن پر ترجیح دی یہاں بود وباش اختیار کی اگر مجھ سے بد پیشگی مشورہ لیتے تو میں فوراً یہی کہتا کہ حضرت یہ مقام اس قابل نہیں جہاں کوئی بھلا انس جنم لے۔ آپ بھی یہاں پیدا ہوئے تو بُرا کیا اور والدہ محترمہ بھی یہاں متولد ہوئیں تو مجرم ہوئیں۔ ایک جرم ہو کوئی گناہ ہے ابھی قدم قدم پر ذات وذاتیات کہاں نے جاتے ہیں سادہ کوئی اللہ کا بندہ انصاف کا نام لیوا ان حملہ کرنے والوں کو انصاف کے حوالے نہیں کرتا۔ توبہ توبہ یہاں کی خلقت کیسی تہذیب شکن ہے۔ "اختلاط" ذاتی حملہ پر موقوف۔ شوہر صاحب نے فرمایا "واللہ بی بی تم تو پری ہو" کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ بی بی نے فرمایا "نیچے بیٹھو مجھے یہ چھیڑ خانی پسند نہیں" بے کے سارا گال لہولہان کردیا۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ پیٹ

رہ گئی۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے؟ صاحبزادے ذ جینے کے بعد پیٹ میں اس طرح گھومے جیسے ہنڈیا میں ڈوئی۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں؟ درد لگے دائی آئی ڈومنیوں نے زچا خانے گائے حیا سوز گیت گھر سے نکے سارے محلے کے کانوں تک پہونچے کیا یہ ذاتی حملہ نہیں؟

ڈھیبتر سے زچا رانی گھدر بدر ہونے لاگیا
یہ لال کا سوڈن کریھوں وہ لال کا
چھیدن کریھوں۔ تی سے اوپر
اور بی ایھوں۔ ڈھیبتر سے زچا رانی
گھدر بدر ہونے لاگیں

خدا خدا کر کے صاحبزادے متولد ہوئے۔ دائی نے کہا۔ صاحبزادہ مبارک! اے دعا ہے ہم غریبوں کا حق ہیں تو سات پارچہ کا خلعت سے کے ٹلوں گی۔ ارے ہاں کوئی لڑکی تو جواں نہیں ہے جو خیرات۔ اللہ رکھے صاحبزادہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ کیا یہ ذاتی حملہ نہیں ہے۔ کیا یہ امر فطرت میں دخل اور مداخلت نہیں ہے اور ضرور ہے بچپن سے لے کے بعد شعور تک وہاں باوا کے علاوہ اپنا پرایا آیا گیا۔ دوست ملاقاتی۔ بھائی بند غرض جسکو دیکھا ذاتی حملہ کا مرتکب پایا کسی نے ہونٹوں کے ذریعے پیار کے بہانے گالوں پر ذاتی حملہ کیا کسی نے سعادت مند ہونے کی دعا دی کے قصائد پڑھ کے ذاتی حملہ کیا کسی نے شوخی شرارت کی بلا لگا کے گالوں اور کانوں پر ذاتی حملہ کیا۔ پڑھنے بیٹھے مولوی آیا تو وہ بھی ذاتی حملے کرتا ہوا آیا۔ آج سبق کیوں نہیں یاد کیا۔ صبح سویرے کیوں نہیں اٹھے۔ سلام کیوں نہیں کیا۔ دامن پر سیاہی کیوں گرائی کتاب کیوں پھاڑی۔ یہ کیوں کیا وہ کیوں کیا۔ غرض سے کہئے یہ ذاتیات ہیں یا نہیں۔ کیا ذاتیات کے سر پر سینگ ہوتے ہیں یہ پرانے فیشن کے سٹھیائے ہوئے بڈھے یا پرانی تہذیب کی گود میں پرورش پائے ہوئے نا مہذب جوان

سب اس قابل ہیں کہ دفعہ ۵۰۰ کی تعمیل ہے ان کے جوتے لال کر دیے جائیں کمبخت کسی وقت ذاتی حملے سے باز نہیں آتے انکی زبان سے جو کلمہ نکلتا ہے ذاتیات پر چوٹ کرتا نکلتا ہے خیر ماں باپ نہ مانا تو یہی ذاتی حملہ مگر اپنے شاگردوں کو ہر وقت تم بے وقوف ہو تم جاہل ہو تم سست ہو تم کھلنڈرے ہو تم احمق ہو۔ یا جی سوالات نامعقول بیہودہ بدتمیز کتنا کھلا کھلا ذاتی حملہ ہے اور ہاں یہ کہنا تو بھول ہی گیا اے حضرت تعلیم کے سبق کی ابتدا بھی ذاتیات سے ہوتی ہے مولوی صاحب فرماتے ہیں پڑھو الف خالی بے کے نیچے ایک نقطہ تے کے پیٹ میں دو نقطے۔ کہیے اگر الف سیدھا کچہری چلا جائے یا بے کے لنگا کھڑا ہو جائے بے نقطے پر سوار ہو کے زنجیر عدالت کھڑکھڑائے تے آ کر کہے زنانہ سیدھی زنانہ اسپتال پہونچ کے لیڈی ڈاکٹر سے سرٹیفکٹ لکھوالائے تو میاں کے بگڑتی بنیں یا نہ بگڑیں کس کس کو جواب دینگے۔ اور ث ناحق ہو کر تیجے دیا لیا جاتا یا دوسری ث کے تیجے چوری لگائی تیسری کیسے جوڑ وال بچے اور چوری بچھے کے پیٹ کا الزام تہمت ہے اور ہے بھی تو کمبخت مولوی کو کسی کے ذاتیات میں کیا دخل ہے اپنا پیٹ ہے جو جی چاہا کیا تو کیا ننے والا کون۔ ابھی مولوی نہ ہو پاجائے تو نام بدل ڈالوں۔

ذاتیات پر حملہ کرنے کا سلسلہ عمر اور تعلیم کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ الف بے ختم ہوئی کلام پاک کی باری آئی اب بھی ذاتیات سے نجات نہیں۔ کہیں زلیخا کی عشق بازی کا ذکر کہیں فرعون اور شیطان کا افسانہ کہیں قوم لوط کی بدکاری کا قصہ کہیں ابولہب اور اسکی عورت لکڑہارن کی ہجو کہیں بنی اسرائیل کے ذاتیات سے تعرض ایک بات ہو تو کوئی کہے۔ فرض کیجیے کہ قرآن شریف بھی ختم ہو گیا۔ آمد نامہ دستور الصبیان انشائے خانق گلستان بوستان انوار سہیلی بہار دانش

رقعات عالمگیری تصانیف عرفی ابوالفضل میں بھی سوا ذاتیات کے اور کچھ نہیں عربی شروع کی تو میزان کی پہلی گردان ماضی کے حاضر و غائب ذاتیات کا نام ہے فعل کیا اس ایک مرد نے بیچ زمانہ گزرے ہوئے کے بحث اثبات فعل ماضی معروف فعلت کیا اس ایک عورت نے بیچ زمانہ گزرے ہوئے کے صیغہ واحد مونث غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف۔ نحو میں ضرب زید عمروا مارا زید نے عمرو کو کا جملہ پہلے ہی ذاتی حملے کی بے نظیر اور واجب التعزیر مثال ہے اسم و فعل و حرف کے بیان میں بجز ذاتیات کے اور کچھ نہیں ہے

منطق کی غرض ہے صیانت و حفاظت ذہن کی خطا سے یہاں پہلے ہی سے خطائے فکر کی گرفت کیجاتی ہے گویا یہ پہلا ذاتی حملہ ہے پھر علم حصولی اور علم حضوری۔ تصور و تصدیق کی ساری بحث ذات کے ذاتیات سے علاقہ رکھتی ہے۔ فلسفہ کے لغوی معنی محبت عقل ہیں محبت عقل کے ساتھ عداوت جہل لازم ہے پہلے ذاتیات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فلسفہ کے اصطلاحی معنی ہیں تحصیل سعادت کی نیت سے خداوندی اخلاق اختیار کرنا۔ بھلا ذات سے ساتھ تعلق نہ ہوگا تو اور کسے ہوگا۔ ریاضی طبعی و الٰہی اسکے اقسام ہیں اور ان سب کا لگاؤ ذات سے ہے یا نہیں کہ ریاضی کی چاروں قسمیں ذاتیات سے وابستہ ہیں ارتھمیٹک معرفت خواص عدد کا نام ہے اسکی کتابیں اٹھا کے دیکھو سارے زمانے کا حساب لکھا ہوا ہے یہ سب ذاتیات ہی تو ہیں۔ جامیٹری میں مساحت اجسام علم التکسیر علم جرثقیل علم حرکت و سکون علم المناظر وغیرہ داخل ہیں یہ سب علوم نرے کھرے ذاتیات ہیں۔ اسٹرانومی ایسی چیز ہے جو زمین پر بسنے والوں کو چھوڑ کے آسمان پر جھگڑا لگاتی اور آسمانی ذاتیات میں دخل در معقولات دیتی ہے۔ رہی موسیقی تو اسے شریف طبقہ علانیہ نہیں لگاتا مولوی صاحب خفا ہوتے ہیں طبعیات ہیولےٰ صورت زمان مکان کون و فساد وغیرہ وغیرہ کل علم ذاتیات کے مباحث سے بھرے ہوئے ہیں اور اسی میں معادن

رعلم طبقات الارض بھی داخل ہے زمانہ جانتا ہے کہ کان کنی فساد کی جڑ ہے اسے رونے والے کنکروں کے حق میں بڑی کامرتبہ حاصل ہے کبھی تیل کے سینٹوں پر بغرنانے کی صدا بلند ہوتی ہے کبھی سونے کی کان اور کوئلے کے مخزن پر ہوکنے کی آواز آتی ہے۔ علے ہذا القیاس نباتات وحیوانات کا علم جیسیں دوا کی معرفت اور طب بھی شامل ہے۔ دوائیں اوزار ہیں اور طب کا فن جسم وجسمانیات ذات وذاتیات پر صریحی حملہ ہے۔ بیماری جائے یا نہ جائے مگر اس حملہ کی بدولت بیمار صاحب ضرور آنجہانی ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں لارڈ کرزن اور لارڈ ملنر پر کامیاب حملہ ہوا تھا۔ اے سبحان اللہ اس کامیابی پر سیکڑوں نیم حکیم تصدق۔ ایک ہفتہ تک جس کی غذا اخبار کو دیکھا کھایا یا ۲۶ آپریشن کامیاب ہوا۔ حالت اُمید افزا ہے پھر کیا دیکھتے ہیں؟ یہ جانکاہ حادثہ لارڈ کرزن سمنا اذا رسائی علائق کے تدابیر سوچتے زندوں کی فہرست سے خارج ہو کے پورے وزیر خارجہ بن اور ملنر صاحب نے خدا بخشے مصر کی اندرونی آزادی کا تجربہ اپنے طائر روح کی آزادی پر فرمایا۔ اسی طرح الٰہیات کے جتنے شعبے ہیں سب ذاتی حملہ سے خالی نہیں۔ وہ کونسی کشمش ہے جسمیں ڈنڈی نہیں۔ علم الاخلاق جس چیز کا لقب ہے وہ بھی ذاتیات پر حملہ کرنے سے مبرا نہیں۔ تدبیر المنزل اور سیاست مُدن تو ہیں ہی لیکن سیاستہ الذات

ان دونوں کی بربادی ہے الغرض ملت نہیں ورنہ جتنے علوم کی تدوین اسوقت تک ہوچکی ہے یا جتنے فنون اسوقت مروج ہیں سب کا تعلق ذات وذاتیات سے اسطرح آئینہ کردیتا کہ اسس آئینہ میں جو صاحب علم وصاحب ہنر اپنی صورت دیکھتا شرما کے آنکھیں نیچی کرلیتا۔ میں عرض کرچکا ہوں کہ مجھے ذات وذاتیات سے قطعی نفرت ہے واللہ جو کی زبردستی نہوتی تو اپنے حسابوں کون مردود ان علوم کی تحصیل کی زحمت اُٹھاتا مگر خیر اب باندھے کا سودا تھا گرشمالی کی بدولت بقتھاے کرامت یہ علوم حاصل کیجئے اور جب کوئی دباؤ نہ رہا تو تمام کتابیں صندوقوں میں بند کردیں اور توبہ کی کہ اگر قبلہ بھی ہوگا تو بندہ سجدہ نہ کریگا میں سمجھتا تھا کہ لغات اور ادبیات ذات وذاتیات سے ضرور محفوظ ہونگے مگر یہ خیال بھی غلط نکلا شعروشاعری ذاتیات کی جڑ ہے ہر مصرعہ معشوق کے ظلم ذاتی کی حکایت کرتا ہے لہذا اس سے بھی منہ موڑا اور ظرافت کی جانب توجہ کی۔ (باقی آئندہ)

راقم

فلاسفر

بیخودی

نمبر ۳

(تتمہ ۹ مئی ۱۹۲۵ء)

جناب بیخود شکایت فرماتے ہیں کہ:-

(۱۶) ’’نقشہ جیہ سطلع کے متعلق بحال ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا گیا‘‘

گر یہ شکایت بیجا ہے مطلع یہ ہے ~

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۲۰۵ سنہ ۱۹۲۵ء

بعدالت جناب سید خورشید حسین صاحب بہادر جج [illegible] بہادر ساد [illegible] ساکن موضع [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع ہردوئی } مدعی

بنام

[illegible] وغیرہ ... مدعا علیہم

بنام [illegible] ساکن موضع [illegible]

[illegible] تحصیل شاہ آباد [illegible] مدعا علیہ

ہرگاہ بہادر ساد مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۲۵ء بوقت دس بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے فرمانی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعویٰ مدعی مذکور کا کرو اور ہرگاہ تاریخ جو تمہارے حاضر ہونے کیلئے مقرر ہوئی ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جواب دعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہوگے تو مقدمہ بلا غیر حاضری تمہارے مسموع و فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۰ ماہ مئی ۱۹۲۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

اطلاع

۱۔ اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی خوشی سے حاضر نہ ہونگے تو تم عدالت سے سمن [illegible] کو بلانے ہو کر حاضر ہو جبراً حاضر کرائے جائیں اور [illegible] مستحق دیکھے تو وہ اس سے پیشتر کرایا جائے [illegible] عدالت میں داخل کرکے اس امر کی درخواست کرلو۔

۲۔ اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ روپیہ مع خرچہ نالش عدالت میں داخل کردو کہ ڈگری کا اجرا [illegible] ذات یا مال پر [illegible]

وقت حاضری [illegible] دس بجے۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بحکم [illegible]



"جیدو ہے ناحق کی ڈھیکلی"

لیڈی فرانس۔ "صاحبو میں تو بالکل دھان پان ہوں بھلا میرے پِدّی سے ڈیل کو اونچ نیچ میں کیا دخل ہے"

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

مرزا غالب مرحوم سے اسکے معنے پوچھے گئے اُنھوں نے جو معنے تحریر فرمائے وہ چسپاں نہیں ہوتے مولانا طباطبائی ایک تاریخی شبہ اس مطلب پر وارد کرتے ہیں ان کا دعوے یہ ہے کہ کاغذی پیراہن فارسی میں فریادی کو استعارۃً کہتے ہیں کوئی تاریخی ثبوت اس رسم و رواج کا نہیں ملتا کہ ایران میں فریادی کے واسطے کاغذ کا جامہ پہننا لازم تھا اگر یہ دستور ہوتا تو ضرور تاریخی ثبوت اسکا ملتا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ایک فریادی کا اوڑھنا بچھونا دستاویز درخواست استغاثہ محضر شہادت نامہ اور سند ہے اور ان چیزوں کو کاغذ سے جو تعلق ہے وہ ظاہر ہے جو شخص کسی پرانے رواج کا تجسس کرنا چاہے تو آپ ہی بتائیے کہ بجز کتب تاریخ اور کون سا ذریعہ اسکے پاس ہے۔ بہار عجم میں منشی ٹیک چند بہار نے بھی کاغذیں پیراہن و کاغذیں جامہ کے ذیل میں یہ فقرہ لکھا ہے "جامۂ کاغذ کہ فریادیاں پوشند و در قدیم رسم بودہ" سند میں بعض اشعار بھی لکھے بابا فغانی سے

زخوبان دادخواہم فغانی مہربانی کو
کہ ساندکاغذیں پیراہنی خارشنوہم

مگر برہان قاطع کے مصنف نے اس رسم کا ذکر نہیں کیا۔ صاحب برہان قاطع محمد حسین تبریزی مصنف بہار عجم سے پیشتر گزرے ہیں۔ لہٰذا حضرت شارح کا یہ تعجب از راہ عناد نہیں ہے جناب بیخود اگر تاریخ سے اس رسم کا وجود کسی زمانہ میں ثابت کر سکیں تو سبحان اللہ۔

(۱۷) احسان اسکان، اصلاح فرمانے اور حرف رکھنے سے نکتہ سنج شارح کہیں غافل نہیں رہا۔

احسان اسکان حرف رکھنے سے ؟ غالباً یہ مدعا مقصود ہے اس شعر کا جواب یوں ممکن تھا کہ جواب ترکی بترکی دیا جاتا مگر ہم صرف اتنا کہنے پر قناعت کرتے ہیں کہ یہ مقام نکتہ سنج کہنے کو نہیں یہاں نکتہ گیر کہنا زیادہ مناسب ہو گا

جاہل آنجا کہ نکتہ گیر شود
شعر را قیمت شعیر شود

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ بیخود صاحب "الفش" سے تصویر اور شوخی تحریر سے اردو کا درست ہیں دہستی کیونکر ثابت کرتے ہیں۔

(۱۸) کہیں تشبیہ میں بتائی گئی ہے"

اہمال تو اسوقت ثابت ہو تا جب بیخود صاحب اس شعر میں



جب تجربے رووو ٹکلے کا تو پنیا بالفعل گاڑھے پسینے کی کمائی ہم پر نچھاور کرتے رہو۔

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار
آئینہ بدست بت بدست حنا ہے

حنا اور آئینہ میں وجہ شبہ کی تصریح فرماتے۔ اور صاحبان ذوق سلیم اسے تسلیم بھی کر لیتے۔ خصوصاً "بدست" کی ضرورت شعر بالا میں قابل شرح ہے بعض یہ کہنا کہ اول پاک وصاف عاشق اس قابل نہ تھا کہ معشوق اسے جلوہ دار بنا تا اور آئینہ کا کام لیتا مگر جب ہو بدستی کا کہ اس ظالم نے اس سے حنا کا کام لیا یہ کج فہمی کی دلیل ہے جب تک الفاظ شعر اس مطلب کا اظہار نہ کریں۔ آپ کہتے ہیں اس ظالم نے اس سے۔" اے حضرت ذرا صاف کہیے کس سے ؟ دل سے یا آئینہ سے ؟ اگر دل خون شدہ حنا بن کر معشوق کے ہاتھ لگا تو مراد بر آئی شکایت حسرت دیدار بیکار ہے اور اگر آئینہ حنا بن گیا تو اعتراض بجائے خود قائم ہے رہی یہ بات کہ بیخودی و بیستی معشوق آئینے کو قائم مقام حنا بنانے کی ذمہ دار ہے تو اسکا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے بندر کے ہاتھ میں آئینہ دیا ہو۔

علے ہذا القیاس دوسرا حل بیستی و مدہوشی کا دلدادہ ہے کہ یہ کہنا کہ آئینہ اسکے ہاتھ میں یوں بے حس و حرکت ہے جیسے رنگ حنا کف دست پر خواہ مخواہ جسکی بگڑنے کے مرادف ہے رنگ حنا کسی عینک سے کوئی شخص اس شعر میں نہیں دیکھ سکتا اسکے علاوہ معشوق صاحب اپنے جمال کی دلربائیوں میں محو و بیخود ہیں تو بھی یہ آئینہ بے حس و حرکت کیوں ہو گیا اس میں ذاتی حرکت و حس کب تھی ؟ تیسرے یہ کہ کیا رنگ حنا کف دست پر بے حس و حرکت ہو جاتا ہے اور اگر کف دست پر نہ ہو تو کیا چلتا کودتا گلا بوشا جو تماشا دکھاتا پھرتا ہے ؟

واہ حضرت واہ۔

مساطیخ تیسرا حل بھی کچھ اور ہی کہتا ہے یعنے معشوق اپنی مہندی رچتے ہوئے ہاتھوں کو اس محویت سے دیکھ رہا ہے جس محویت سے خود پرست آئینہ دیکھتے ہیں۔

یہاں خود پرستوں کا ذکر محذوف تھا۔ تمام حروف تشبیہ بھی شارح صاحب نے (بیخود صاحب) اپنی طرف سے غالب کو انعام میں دیئے ہیں۔ ذکر ہے آئینہ کا اور آپ مہندی رچتے ہوئے ہاتھ دکھاتے ہیں۔ اس مطلب کی توضیح خود ساختہ ہے گویا جناب شارح نے غالب مرحوم کے خلاف مدعا کی کا راز کھولا ہے حالانکہ ہم انھیں نقل الداغ نہیں کہتے چوتھے حل میں جو گل کھلا ہے وہ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے دو معشوق کو خود آرائی و سنگار کا اسقدر شوق ہے کہ آئینہ اسکے ہاتھ میں مہندی بن کر رہ گیا ہے یعنی کسی وقت آئینہ اسکے ہاتھ سے چھوٹتا ہی نہیں۔

حضرت اگر آئینہ مہندی بن کے ہاتھ میں لالہ کی طرح چپک گیا تو یہ صفت آئینہ کی باطل ہی ہے۔

مختصر یہ کہ آئینہ اور حنا کے تمام اوصاف جو آپ کے ذہن میں آ سکتے تھے آپ نے کہہ ڈالے پھر بھی شعر صاحب بجائے خود معانی سے مفلس ہی رہے۔ آپ کیا کیجئے کمبخت شعر کی قسمت ہی بری ہے۔

افسوس غالب مرحوم کچھ دنوں بعد پیدا ہوتے جو اپنے دیوان کے ساتھ ساتھ جناب بیخود کو لئے پھرتے اور رنگ حنا یا رنگ خضاب کی طرح کبھی ساتھ سے جدا نہ ہونے دیتے۔ شعر وہ پڑھتے مطلب بیخود صاحب سمجھاتے سننے والوں کے دماغ [illegible]۔ مولانا طباطبائی اور دیگر اشخاص جن کا ذکر جناب بیخود نے شارحین کے ذیل میں فرمایا ہے شرح لکھنے کی زحمت سے بچتے۔ جتنے نقطہ معترض تھے سب انڈے بچے سمیت نکل پڑتے وہ کہتے بت بدست یہ کہتے اس سے مراد ہے محبوب خود پرست مغرور و مست و مدہوش و خود آرا۔ وہ کہتے آئینہ یہ کہتے جیسے آئینہ وہ کہتے حنا یہ کہتے حنا سے مراد ہے رنگ حنا جو کف دست پر بے حس و حرکت قائم رہتا ہے۔ پھر کہتے بجائی آئینہ حنا ہے اور حنا آئینہ ہے یا یوں سمجھو کہ رنگ حنا آئینہ ہے اور آئینہ دل ہے اچھا یوں نہیں تو یوں سہی دل حنا ہے اور آئینہ رنگ حنا۔ آئینہ لیا اور دیکھنے کے بعد ضارہ دست بت بدست خود پرست خود آرا ہو گیا اور دل منہ دیکھتا رہ گیا۔ ادھر دل کا یہ حال ہوا ادھر مہندی کے ہاتھ ناز ہیں اور معشوق کے ہاتھ آئینہ لگا گئی محروم گفتار ہونے۔ (باقی آئندہ)

راقم — ارباب الشعرا

شمع

آجکل آگرہ اردو کی اشاعت و حمایت پر زیادہ متوجہ نظر آتا ہے۔ ماہواری پرچے برابر نکل رہے ہیں اور اس میں اکثر اس کی شکایت بالکل نہیں نہ پاس کہ دھڑکا ہے۔ صفحہ گزشتہ میں بزول کا ریویو کیا جا چکا۔ اب روز روشن میں شمع کی تنقید کی جاتی ہے۔ مسٹر محمد حبیب آکسن بیرسٹر ایٹلا اور حسن عابد صاحب جعفری آکسن بیرسٹر (آگرہ) نے یہ شمع روشن کی ہے خدا کرے شام جدائی عشاق کی شب فراق کی طرح طولانی ہو جائے اور کبھی سحر کا منہ نہ دیکھے۔

پہلا مضمون قرآن اور علوم عرب اچھا مضمون ہے اسکا دامن عبارت کے دل سے زیادہ وسیع ہے فاضل مضمون نگار عمر بھر اسی ایک مضمون پر قلم فرسائی کر سکتے ہیں۔ ہم انھیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ تفسیر کبیر رازی تفسیر کشاف زمخشری مجمع البیان طبرسی اتقان سیوطی۔ اکلیل فی استنباط التنزیل سیوطی۔ المہذب فیما وقع فی القرآن من المعرب۔ اور دیگر کتب سے جنکی انتہا خدا ہی کو معلوم ہے مدد لیں قرآن کا یہ مضمون اردو میں ایک عجیب چیز ہو جائے ان کتابوں میں اسی بحث سے اکثر [illegible] ہے جو اس مضمون کا موضوع ہے۔ اس نمبر میں دیگر مضامین زیادہ تر گذشتہ مضمون کی دُم سے ایک غزل بندھی ہوئی ہے۔ غزلوں کے متعلق ہم کوئی رائے نہیں دینا چاہتے نثر مضامین سب اچھے اور مفید ہیں۔

صفحہ ۸۸ پر مرزا غالب کی شاعری مصنفہ مکرمی مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کی تنقید ہے۔ تنقید میں صاحب نے فرمائی ہے۔ مرزا غالب مرحوم کا مشہور شعر ہے ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

جناب مرزا محمد عسکری صاحب نے جو معنی اس شعر کے لیے تھے وہ ناقد صاحب کو پسند نہیں آئے انکے نزدیک یہ مطلب ہے کہ تو نواہائے راز سے واقفیت رکھنے کا مزہ کرتا ہے اور فخر کرتا ہے لیکن اس سے ایک بھی واقف ہوں میری نگہ دجر نظاہر پر معصیت معلوم ہوتی ہے ساز وہ جو ہماری تعالی اسے وہی مناسبت رکھتی ہے جو اسکے ساتھ پردہ کو ہے [illegible] جاتی ہے بعض لغات میں۔ حجاب کے مشہور معنی (پردہ) کے [illegible] وہ ایک معنی صورت و حالت کفر و فسق کے بھی ہیں مگر یہ دو معنی مطابق نہیں ہوتے۔ جنھیں موسیقی سے جو لوگ واقف ہیں انھیں معلوم ہے کہ نوا مقامات دوازدہ گانہ میں سے چوتھے مقام (سر) کا نام ہے جو [illegible] نوا سے ہر آواز اور نغمے کو کہتے ہیں شاعر کہتا ہے کہ یہ تیری غلطی اور جہل ہے جو تو ان آوازوں یا سروں سے نا آشنا ہے جنکا تعلق راز حقیقت سے ہے تو ان کو ایک حجاب سمجھتا ہے جو مطلوب کے درمیان حائل ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے یہاں کا ہر ایک پردہ حجاب ساتر نہیں ہے بلکہ ساز کا پردہ ہے جو مہارت موسیقی کا طلبگار ہے ممکن ہے کہ "تو" بھی کا مخاطب خود شاعر کا نفس ہو۔ متصوفین کی اصطلاح میں حجاب کی تعریف یہ ہے "عالم کون و فساد کی وہمی و فانی صورتوں کا دل میں سطح نگاہ کر لینا کہ وہ تجلی حق کو روک دیں" شاعر اس حجاب کے وجود کا قائل تو ہے مگر اسکے ساتھ ہی کہتا ہے کہ اگر تو رموز و اسرار کا محرم ہوتا تو ہر حجاب کو ساز کا پردہ سمجھتا جسمیں پردے کے حقیقی اوصاف (مثلاً پوشیدگی دوسرے مطلوب) موجود نہیں ہیں۔ ان میں آواز ہے چھیڑنے سے یہی آواز مطلوب کے وجود کی خبر دیگی۔ الفاظ پر غور فرمایئے تو ان معانی کے علاوہ کوئی دوسرے معانی اس شعر سے پیدا نہیں ہوتے خیال جتنا نازک اور لطیف ہے الفاظ بھی نگینہ کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ہر حال شمع روشن ہو گئی ہے (حسن منزل آگرہ)

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگا ئی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے

بلکہ

گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

ایک

مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے

حصۂ اول کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی اور عملی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کا

حصۂ دوم

طبع ہوا ہے ۔ حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور ان کے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں ۔لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لے کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔

قیمت حصۂ دوم پانچ روپیہ مقرر کی جاتی ہے حصۂ اول کی للعہ فی جلد ۔محصولڈاک ہر حال میں ذمۂ خریدار۔

المشتہر ۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سفید بال نپندرہ ۱۵ دن میں جڑ سے کالا

ہزاروں آدمی کا بال کالا کر دیا ہے۔ آپ کا بال جو سفید بال پکنے لگا ہے وہ ، اگر سمری بیر بوٹی ہیر ناشیل سے کالے نہ نکلے تو دام واپس کرینگے ، اعتماد نہو تو شرط لکھوا لیں ۔ دام بڑا بکس سات روپیہ (عہ) چھوٹا بکس پانچ روپیہ (صہ)

پتہ کا :۔ منیجر ہیر ناسٹور نمبر ۲۳ پوسٹ کمتی سمری ضلع دربھنگہ

آپ کی خواہش ضرور پوری ہوگی

اگر آپ خواہش رکھتے ہیں کہ ہم تمام امراض سے محفوظ رہیں ہمارا جسم مضبوط طاقتور اور پھرتیلا ہو ہماری قوت حافظہ تیز ہو دماغ تندرست رہے ہمارے اعضاء جسمانی اور قوائے دماغی ہمیشہ کے لیے تر و تازہ رہیں اور ہر وقت خوش رہ کر ہماری اولاد بھی مضبوط عمر دراز اور خوش رہے تو مقویات سرتاج عالم کا خطاب رکھنے والی اننگ نگر گولیوں کا استعمال کریں یہ گولیاں جریان احتلام سرعت ۔۔۔ نامردی وغیرہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں دور کرتی ہیں قیمت فی ڈبیہ عہ ۵ ڈبیہ للعہ محصولڈاک علاوہ۔

ملنے کا پتہ

ویدشاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

(لکھنؤ کا ایجنٹ) اندر چند اینڈ کو

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب دلچسپ نظم ہے خریدیے اور شاعر کی قادرالکلامی سے فائدہ اٹھائیے ۔ قیمت فی جلد ۸ ٹکٹ بھیج دیجیے وی پی اور منی آرڈر بھیجنا جنجھٹ ہے۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ایک فلسفی

یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ہائیکورٹ الہ آباد کے کارآمد خلائق مصنفات یہ وہ نادر تصنیفات ہیں جنہوں نے اُردو زبان کو علمی بنا دیا ہے ملک کے ہر ایک بچہ کو پڑھائیے اور کام کا آدمی بنائیے اگر خود پڑھیے تو زندگی کی قیمت بڑھائیے۔

علم الاخلاق مسلم گرلز اسکول کے کورس میں داخل تھی اُردو یونیورسٹی حیدرآباد اور دکن کے نصاب تعلیمی میں شامل تھی ۔مجلد قیمت مع محصولڈاک ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱عہ

افراد کا سیہ پیشہ ور کے مطالعہ کی چیز ہے اردو ۱۲؍

الدین اور الکون یعنی مذہب سائنس اردو ۱۲؍

امور عامہ عربی فلسفۂ عقلی کا کارآمد متن ہے ۱۳؍

زیادہ خریداروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

المشتہر

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ